اسلامی دستور

ادیب اعظم مولانا سید محمد باقر شمس صاحب مدظلہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

نماز

الصّلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء

الصّلوٰۃ عماد الدین

الصّلوٰۃ معراج المومن

قرآن میں ہے کہ نماز برائیوں سے روکتی ہے۔ اسی کو حدیث میں یوں کہا ہے کہ دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔ دین اسلامی زندگی ہے۔ یعنی سوائے خدائے واحد کے کسی کی طاقت وطاعت کو تسلیم نہ کرنا کسی سے مدد نہ چاہنا، اسی کے سامنے جھکنا، اسی سے مدد چاہنا، رسول کی سیرت، عدل، صدق، وفائے عہد، اخوت، مساوات، سخاوت وایثار اور ہر بات میں خدا کی مرضی کا خیال۔ نماز اسی سانچے میں ڈھلنے کی دعا ہے۔ اسی سے اس کو دین کا ستون کہا ہے۔ دن میں پانچ دفعہ پاک جسم، پاک لباس، پاک جگہ، قبلہ رو کھڑے ہو کے یہ دعا کرے۔

پروردگارا! تو ہی تمام تعریفوں کا مستحق، سب کا پالنے والا، سب پر مہربان، فردائے قیامت کا مالک ہے۔ میں تیری ہی عبادت کرتا اور تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔ مجھے سیدھے راستہ پر چلنے کی ہدایت فرما۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیری نعمتیں نازل ہوتی رہیں اور ان پر تو کبھی غضبناک نہیں ہوا۔

اس کے بعد گھٹنوں تک جھک کے کہے ہمارا پالنے والا پاک اور عظیم ہے۔ میں اسی کی حمد کرتا ہوں۔ پھر خاک پیشانی رکھ کر کہے ہمارا پالنے والا پاک اور بلند ہے۔ میں اسی کی حمد کرتا ہوں۔ پھر دو زانوں بیٹھ کے کہے میں اپنے پالنے والے سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہو، میں اللہ ہی کی طاقت سے اٹھتا اور بیٹھتا ہوں۔

جو شخص خدا کو حاضر جان کے دن میں ہر چار گھنٹے کے بعد یہ التجائیں کرتا ہے۔ اسے اپنے عمل سے اپنی التجاؤں کا مجسمہ بن جانا چاہئے۔ اسی وجہ سے نماز کو دین کا ستون کہا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ جتنی نمازیں پڑھے اتنا ہی اس کے دین میں ترقی ہو۔ یہی کیفیت پیدا کرنا منشائے نماز ہے۔ اور اسی کو ''تنھیٰ عن الفحشاء، معراج مومن کہا گیا ہے۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ دینی زندگی کی تمنا اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ خضوع سے ہوتی ہے۔ جو اسے ایمان کے نقطہ عروج پر لے جاتا ہے۔

انما المومنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم۔ بے شک ایمان والے وہی ہیں جن کے سامنے ذکر الٰہی ہوتا ہے، تو ان کے دل تڑپ جاتے ہیں۔ **واذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایماناً علیٰ رَبّھم یتو کلون۔** اور ان کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا پر بھروسہ رکھنے والے ہیں۔

اگر نماز سے یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی اور یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا، نماز پڑھنے والا غیر خدا کو بھی قوت وطاقت سمجھتا ہے۔ اس سے مدد چاہتا ہے۔ خدا پر بھروسہ، صدق، عدل، وفائے عہد، اخوت، مساوات، ایثار مرضی الٰہی کا خیال اس کی زندگی نہیں تو اس کے پاس دین نہیں۔ اس کی نماز ایسا ستون ہے جس پر چھت نہیں۔ آج کل کی نماز ایسی ہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر اسلامی معاشرہ نے اتنی قوتیں اور طاقتیں پیدا کردی ہیں کہ ان کو تسلیم نہ کرنا اور ان سے رجوع نہ کرنا عملی زندگی میں ممکن نہیں رہا۔

جھوٹ بے انصافی، بدعہدی، معاشرہ کا شدید عیب نہیں، اخوت ومساوات ایثار وقربانی کا کہیں وجود نہیں۔ اس نے نماز کو ایک جھوٹا عمل بنا دیا ہے۔ یعنی نماز پڑھنے والا خدا کے سامنے دن میں سترہ مرتبہ جو کچھ کہتا ہے وہ سب جھوٹ ہوتا ہے۔ اس کے دل میں کوئی ایسی خواہش نہیں ہوتی، جس کا وہ اظہار کرتا ہے۔ اس نے نماز کو ایک رسمی عبادت سمجھ لیا ہے، جس کا تعلق اعمال سے نہیں وہ منتر کی طرح نماز کو جپتا ہے اور اپنے خیال میں فرض ادا کردیتا ہے، اس کا قلب اس کی نماز میں شریک نہیں ہوتا۔ اس کے معنی کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی۔ یہ نماز کے مقصد کے خلاف ہے۔ خدا نے قرآن میں صاف کہا ہے کہ قبلہ کی طرف رخ کرلینا کوئی چیز نہیں، ایک دوسری جگہ فرمایا ہے کہ نماز میں کامیاب وہی لوگ ہوتے ہیں جن کی زندگی نماز کے مطابق ہوتی ہے۔

قد افلح المومنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون والذین هم عن اللغو معرضون الخ

ایک طبقہ وہ ہے جو نماز کے معنی ہی نہیں سمجھتا۔ اسے نہیں معلوم کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ ایسی نماز کی ممانعت ہے۔

لا تقربوا الصّلوٰة وانتم سکاریٰ حتیٰ تعلم مَاتقولون۔

نشہ میں نماز کے قریب نہ جاؤ، جب تک اس قابل نہ ہو جاؤ کہ جو کہو اسے سمجھو۔ یہاں ترک نماز کا حکم شراب کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے ہے۔ اسی لئے طلب علم واجب ہے۔

روزہ

لَعلّکم تتّقون

سال کے ایک خاص مہینہ میں پورے مہینہ بھر روزہ رکھنے کا حکم ہے۔ اور اس سے متقی بن جانے کی توقع ہے۔ ظاہر ہے کہ صبح سے شام تک کھانے پینے سے پرہیز تقویٰ نہیں پیدا کرسکتا اس کے کچھ لوازم اور بھی ہونا چاہئے اور وہ یہ ہیں:

اوصمت فلیصم سمعک وبصرک ولا تکون صومک یوم فطریٰ

اب صرف کھانا پینا نہیں بلکہ تمام برائیوں سے پرہیز کا نام روزہ ہے۔ اس طرح حدیث میں ہے کہ کان، آنکھ، زبان یہاں تک کہ کھال کو بھی روزہ دار ہونا چاہئے۔ اس طرح پورے مہینہ ہر طرح کی برائیوں سے بچنے کی مشق تمام کرنے کے بعد عید کے دن سب پاک وپاکیزہ لباس میں

ایک جگہ جمع ہو کے خدا کا شکر کریں، نماز پڑھیں اور ہر رکعت میں پانچ دفعہ خدا سے یہ دعا مانگیں:

پروردگار! آج کے دن جسے تو نے تمام مسلمانوں کے لئے عید کا دن قرار دیا ہے، مجھے نیکیوں کی توفیق دے اور محمدؐ وآل محمدؐ کی سیرت پر چلا۔

اس کے بعد آپس میں گلے ملیں اور ناداروں کو صدقہ دیں۔

جو شخص پورے مہینہ بھر ایسی زندگی گزارے گا، یقیناً اس کی عادت پڑ جائے گی اور پھر اس کو برائیوں کے ارتکاب پر اپنے کو شدید جنگ کے بعد آمادہ کرنا پڑے گا جس کی وہ ضرورت نہیں سمجھے گا۔ بلکہ اس طرح کے روزے سے اس کو ایسا روحانی لطف اور سکون حاصل ہوگا کہ اس کا ہر روز روزہ ہو جائے گا اور اس کی زندگی مثالی بن جائے گی۔ مستحب روزے اور ان کا ثواب اسی لئے ہے کہ واجب روزوں کے بعد بھی اگر طبیعت آمادہ ہو تو روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ یہ اگر فاقے تک محدود ہوتا تو اس میں عبادت گزاروں کو لطف ہی کیا آتا۔ اور صائم النہار کیوں بنتے، صرف فاقہ کون سی عبادت ہو سکتا ہے؟ جو لوگ روزے کو اس کے مقصد کے موافق نہیں رکھتے وہ فاقہ ہی کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق - کا ارشاد ہے:

کم من صائم لیس حظه من الصیائم الا الضماء۔

کتنے روزہ دار ایسے ہیں، جنہیں روزہ کا حاصل سوائے فاقے کے اور کچھ نہیں۔

خمس وزکوٰۃ

(مالی نظام)

اسلام میں حق ملکیت

جائز طریقوں سے جتنا کمائے وہ اس کی سوجھ بوجھ محنت کا ثمر اور اس کی ملکیت ہے۔ جسے وہ اپنے اہل وعیال پر صرف کرنے کا پورا حق رکھتا ہے۔ لیکن ریشمی کپڑے، کھانے میں بہت صرف کرنا، عالی شان عمارت بنوانا اور اس کو آراستہ کرنے پر روپیہ خرچ کرنا، یہاں تک کہ مسجد کے گنبد و مینار بنانے اور ان کو آراستہ کرنے کی ممانعت ہے۔

خمس وزکوٰۃ

اسراف سے بچتے ہوئے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے بعد جو بچے اس میں سے خمس وزکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔ اس سے زیادہ دینا سخاوت اور اپنی ضرورت کو روک کے دینا ایثار ہے، جو خدا کو بہت پسند ہے۔

یہ اس وجہ سے ضروری ہے کہ انسان کی فطری صلاحیتیں برابر نہیں ہوتیں۔ کوئی بہت کماتا ہے، کوئی اپنی ضرورتیں بھی پوری نہیں کر سکتا، مگر وہ قوم کا ایک عضو ہے اور اپنے وجود سے پوری قوم کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔ اگر قوم کو اس کے وجود سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے، تو قوم کے مال میں اس کا حق ہے۔ جس کے لئے وہ ان کا احسان مند نہیں۔ اس کی رقم جب واجب الادا ہو جائے فوراً نکال دینا چاہئے کیونکہ وہ اپنے مال کے نہ ملنے سے تنگی میں رہے گا۔ واجبات نکالنے والے کا بیان معتبر ہے کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا ہے اور مومن

پر جھوٹ کا شبہ جائز نہیں اس وجہ سے نہ کسی دفتر کی ضرورت ہے نہ دفتری کی۔

اس کے علاوہ اخوت کا منشا یہ ہے کہ اپنے بھائی کی تکلیفوں میں کام آؤ۔ یہ اچھا نہیں کہ وہ فاقہ کرے اور تم روپیہ ذخیرہ کرو۔ وہ تمہاری ملکیت سہی مگر چھوڑ کے چلے جانے یا زمین میں دفن کر دینے اور لوگوں کی تکلیفوں میں کام نہ آنے میں کوئی عقلی پہلو نہیں۔ یہ معاشرہ کے ساتھ غداری، خدا کے ساتھ خیانت ہے اس کا حکم ہے کہ اپنی آمدنی کو فضول خرچی سے نہ خرچ کرو، بچاؤ اور اقربا، مساکین، مسافرین پر خرچ کرو۔

وآت ذی القربیٰ والمساکین وابن السبیل۔ ولا تبذر ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔

قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کو دو اور فضول خرچ نہ کرو۔ فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

دولت کے معاملہ میں صاف طور پر یہ حدیث موجود ہے: **تؤخذ من اغنیاھم فترونی الی فقراھم کی لایکون دولتہ من الاغنیاء منکم۔**

دولت مندوں سے لو اور فقراء کو دے دو تا کہ اغنیا میں دولت نہ رہے۔

یہ صحیح نہیں ہے کہ دولت کو ذخیرہ کرنے میں مواخذہ میں قرآن نے صاف کہا ہے:

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا یُنفقونھا فی سبیل اللہ۔ یوم یحمیٰ علیھا فی نارِ جھنم فتکوٰی بھا جباھم وجنوبھم وظھورھم ھٰذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔

جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں نہیں خرچ کرتے، ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ اس دن جب کہ ان کا جمع کیا ہوا سونا اور چاندی دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا۔ اور اس سے ان کی پیشانیاں داغی جائیں گی اور کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جسے تم نے جمع کیا تھا۔ اب اس کا مزہ چکھو۔

ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

اسلام نہیں چاہتا کہ ساری دولت چند لوگوں کے ہاتھ میں جمع رہے۔ اسلام نے مسلمانوں کی یہ پہچان بتائی ہے کہ ان کی مُٹھیاں کھلی رہتی ہیں۔ یعنی وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور کافروں کی یہ پہچان بتائی ہے کہ ان کی مُٹھیاں بند رہتی ہیں۔ یعنی وہ نیک کاموں پر خرچ نہیں کرتے۔ (آزاد کی تقریریں، ص ۱۲)

حج

جو لوگ تمکن رکھتے ہیں وہ زندگی میں ایک دفعہ ان مقامات پر جائیں۔ جہاں خدا کے حکم پر راضی ہونے اور اس کے بجالانے کا عظیم واقعہ ہوا اور زمین پر اللہ کی عبادت کا پہلا مکان بنا۔ اس واقعہ کو عملی طور پر بجالائیں۔ عبادت خانے کا طواف کریں۔ اور وہی اسپرٹ اپنے میں پیدا کریں جو اس واقعہ کی اسپرٹ ہے۔ اگر حج سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو وہ حج بے مقصد ہے۔

(جاری)